ناکردہ

ناہید فاطمہ حسنین

وہ گھر کے گیٹ سے نکل کر بائیں جانب مڑ گئی، جانا اسے دائیں جانب تھا..... وہاں سے چند فرلانگ طے کر کے ایک چوڑا روڈ آجاتا تھا وہیں اس کی کمپنی کی کوسٹر آتی تھی اور وہ ٹھیک پونے آٹھ بجے کوسٹر میں سفر کر رہی ہوتی تھی لیکن جب سے دائیں جانب والا حصہ تعمیراتی کام کے سلسلے میں کھدا پڑا تھا اسے گھر کے گیٹ سے نکل کر بائیں جانب مڑ کر ایک طویل راستہ طے کرنا پڑتا تھا۔ یہ علاقہ نسبتاً کافی سنسان تھا اور صبح کے وقت تو بہت کم ہی لوگوں کی آمد و رفت ہوتی تھی۔ یہاں سے کچھ فاصلہ طے کر کے ایک قبرستان آجاتا تھا جس کے سامنے خودرو اور بے ہنگم جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں پھر کچھ دور جا کر ایک چھوٹا میدان آجاتا تھا جو قبرستان ہی کی طرح خاموش و ویران تھا۔ کچھ ہی آگے کچی آبادی شروع ہو جاتی تھی۔ یہ علاقہ اس کے رہائشی علاقے

سے بالکل الگ اور کٹا ہوا تھا۔ آج کل وہ یہیں سے آفس کے لیے کوسٹر لیتی تھی۔

آج اسے اس راستے سے کوسٹر لیتے تیسرا دن تھا۔ پہلے دن تو وہ ٹھیک ٹھاک ڈری تھی کیونکہ اب سے قبل یہ راستہ کبھی اس کے استعمال میں نہیں رہا تھا ہمت کی تو دوسرا پھر تیسرا دن بھی اسی راستے سے گزرتے، اس کا ڈر نکل گیا۔

وہ ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں ملازم تھی جس نے اپنی لیڈیز ایمپلائمنٹ کے لیے کنوینس کی سہولت مہیا کر رکھی تھی۔ جب وہ جھاڑیاں عبور کر رہی تھی تبھی دو بلیاں خوف ناک آواز میں لڑتی ہوئی ایک دوسرے سے گتھم گتھا کچی زمین پر لوٹیں لگانے لگیں۔ وہ خوف زدہ ہوگئی وہ ہمیشہ سے بلیوں سے بہت ڈرتی تھی۔ تیزی سے لمبے، لمبے ڈگ بھرتی میدان تک آئی۔ اچانک ٹائر چرچرانے کی آواز پر وہ پلٹی سیاہ شیشوں والی سیاہ کار اس کے انتہائی قریب آکر رکی تھی۔ خوف کی خون جما دینے والی سرد لہر اس کے رگ و پے میں سرائیت کر گئی۔ آنکھیں اور منہ دونوں پھٹے رہ گئے۔

☆☆☆

نگہت نے ڈسٹنگ کے دوران جب دوسری مرتبہ انتہائی خوب صورت شوپیس توڑا تو جھاڑو دیتی ماسی بختو کے ہاتھ رک سے گئے۔ سر اٹھا کر اس نے انہیں دیکھا۔

''باجی خیر تو ہے؟ ابھی ایک گلدان ٹوٹا اور ابھی یہ دوسرا شوپیس.....'' اس کے منہ سے نکل ہی گیا۔ اس نے جھاڑو ایک طرف رکھی ان کے ہاتھ سے جھاڑن بہت نرمی سے لے لی۔

''آپ بیٹھیں.....میں ڈسٹنگ بھی کر لیتی ہوں۔'' وہ اس کی معیت میں کرسی پر بیٹھ گئیں۔ ''لگتا ہے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں۔'' اس نے ان کا ماتھا چھوا۔

''پتا نہیں بختو، دو دن سے دل بہت بے قرار ہے، گھبرائے جاتا ہے۔''

''پانی لاؤں؟''

''نہیں۔''

''نیبو (لیموں) کا شربت بنا دوں؟''

''نہیں، تم یوں کرو ذرا ٹیلی ویژن چلا دو۔''

بختو نے ٹیلی ویژن کھول کر پہلے جھاڑن پھر جھاڑو سنبھالی۔ اسکرین پر کسی ایکسیڈنٹ کی خبر اور تصویریں بار، بار چلائی جا رہی تھیں۔ ان کا دل گھبرانے لگا۔ انہوں نے ریموٹ سے چینل بدل دیا۔ کم و بیش ہر جگہ ہر چینل اپنی ریٹنگ بڑھانے کے چکر میں مرچ مسالا لگی خبریں ناظرین تک پہنچانے میں سبقت لے جانے کے چکر میں تھا۔ انہوں نے چینل بدلا اور گانے سننے لگیں۔

☆☆☆

وہ دو تھے، دونوں نے اپنے چہرے چھپائے ہوئے تھے۔ ایک باہر گیا تو دوسرا اسے ہوس کا نشانہ بنانے کو اس کی طرف بڑھا.....اور اس کی چیخیں دھڑا دھڑ آسمان پر دستک دینے لگیں۔

''کون ہو تم.....میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہو؟'' یہ سوال اس نے اس دوران اتنی بار پوچھا کہ اسے نہ صرف اس کی تعداد یاد نہیں رہی تھی بلکہ اب اسے یہ سوال بھی بے معنی لگنے لگا تھا۔

اس دھکم پیل میں اس کو کئی چوٹیں آچکی تھیں لیکن جب تک سانس تب تک آس.....عورت، جب ہر طرف سے مصیبت میں گھر جائے تو لاکھ کمزور سہی اپنے دفاع میں ہر وہ حربہ استعمال کر لیتی ہے جس کا عام حالات میں وہ تصور بھی نہیں کر سکتی۔

اس نے ہمت کر کے اسے ایسی بھرپور لات رسید کی کہ وہ ادھ موا ہو کر دور جا پڑا.....اور اسی لمحے وہ کمزور بھی پڑ گئی۔ اس پر لحہ بھر کو خوف طاری ہو گیا وہ ہکا بکا سن کھڑی اسے دیکھ رہی تھی ساتھ ہی ساتھ خوف سے اس کی ٹانگیں بھی کانپ رہی تھیں۔

تبھی وہ لمحوں کے لمحوں میں کھڑا ہو گیا۔ مرد پھر مرد ہوتا ہے۔ وہ چشم زدن میں اٹھا اور اس پر پل پڑا۔ اتنے تھپڑ، گھونسے اور لاتیں رسید کیں کہ وہ ماہیِ بے آب کی طرح تڑپنے لگی اور اسی کمزور لمحے وہ کچھ ہو گیا جو نہیں

ہونا چاہیے تھا۔ جب دوسرا شخص اندر آیا وہ اپنی سدھ بدھ کھو بیٹھی تھی اور جب تیسرا اندر آیا تو وہ چونک گیا۔

''کیا ہوگیا..... یہ تم کس کو اٹھالائے ہو..... الو کے..... یہ تو ''وہ'' نہیں۔'' تیسرا زور، زور سے چیخ رہا تھا ساتھ ہی غصے میں دروازے پر لاتیں بھی جڑ رہا تھا۔

اس نے اپنی سوجی آنکھ کھول کر اس لمبے تڑنگے شخص کو دیکھنا چاہا جو بنا ماسک کے تھا مگر اس کے ماتھے کا گومڑ، بہت زیادہ سوجی آنکھ، ناک اور کان سے رستا خون اس شخص کو صحیح دکھا نہیں پا رہے تھے، اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا' وہ اندھیروں میں ڈوبتی چلی گئی۔

☆☆☆

پانچ بجے وہ آجاتی تھی جب نہیں آئی تو انہیں بہت زیادہ تشویش لاحق ہوئی انہوں نے اس کے سیل پر فون کیا تو فون مسلسل بند جارہا تھا۔ آج ان کا دن بہت پریشان گزرا تھا۔ وہ سہ پہر تین بجے بھی اسے فون ملا چکی تھیں لیکن اس کے بند فون پر انہوں نے سوچا وہ میٹنگ میں ہوگی۔ وہ میٹنگ کے دوران فون بند ہی رکھتی تھی مگر جب پانچ بجے بھی فون بند ملا تو ان کی تشویش اور بڑھ گئی۔

وہ کریں تو کیا کریں؟ اس محلے میں نئی، نئی آئی تھیں' آس پڑوس سے کوئی خاص تعلق نہ تھا۔ شوہر کو مرے عرصہ بیت چکا تھا۔ بیٹا کوئی تھا نہیں، نریمان ہی ان کی اکلوتی اولاد تھی۔ انہیں گھر میں مرد نہ ہونے کا شدید ملال ہوا مگر یہ ملال بھی کوئی پہلی بار تو ہوا نہ تھا۔ ہاں مگر آج یہ ملال دوچند تھا۔

وہ کیا کریں، کس سے مدد طلب کریں انجانی بے قراری کے سبب درجن بھر چکر خواہ مخواہ ہی مین گیٹ کے لگا چکی تھیں۔

مغرب ہونے کو آئی تو انہوں نے وضو بنا کر ایک چکر پھر باہر کا لگایا۔ باہر ہر سو اندھیرا پھیل چکا تھا۔ جب سے دائیں جانب والا حصہ کھدا پڑا تھا اس سمت وحشت ٹپکتی تھی۔ انہوں نے نمازِ مغرب کے بعد دو نفل حاجت پڑھے بہت شدت سے روئیں قرآنی آیت تلاوت کرتی جاتی تھیں۔

''کون ہے جو بے قرار کی (دعا) سنے جب وہ اسے (اللہ کو) پکارے اور حاجت روائی کرے۔''

اس عرصہ روتے، روتے ان کی ہچکی بندھ گئی۔ آٹھ بج گئے تھے سردی کی رات گھپ اندھیرا..... انہوں نے خود کو گرم شال سے اچھی طرح لپیٹا ہمت کر کے گھر کی چابی اٹھائی پرس میں کچھ پیسے رکھے اور تھانے جا کر رپورٹ لکھوانے کی ٹھانی۔

''رب جگ ہنسائی سے بچانا۔'' کہتے ہوئے مین گیٹ کو لاک کیا چلتے، چلتے خیال آیا بائیں جانب جھاڑیوں سے قدرے آگے کچی آبادی میں بختو کا گھر ہے اسے ساتھ لے لیں۔ انہوں نے بائیں جانب سفر شروع کردیا، اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ، پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کی۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا اسٹریٹ لائٹ کی زرد بیمار روشنی کہیں، کہیں جل اور کہیں بجھ رہی تھی۔

ہر شخص ایسے عالم میں خوف زدہ ہوسکتا ہے لیکن ممتا کو قدرت نے بڑا بے خوف بنایا ہے۔ وہ دعائیں پڑھتی آگے کو جارہی تھیں۔ جھاڑیاں عبور کرتے ہی کچے میں ایک انسانی لوتھڑا مڑا تڑا نظر آیا، پہلے تو اپنی رو اور غرض میں انہوں نے خود غرض ہو کر گزر جانا چاہا لیکن اس وجود کے کراہنے نے ان کے قدم جکڑ لیے۔

موبائل ٹارچ کی روشنی انہوں نے اس کراہتے وجود پر ڈالی تو ان کو اپنا وجود ٹکڑوں میں تقسیم ہوتا محسوس ہوا۔ وہ چکرا کر گرنے کو تھیں پھر سنبھل گئیں۔ بیٹھیں تو بیٹھتی چلی گئیں۔

ان کی شہزادی کس حال میں پڑی تھی ان کی آنکھیں پھٹنے لگیں شدت سے انہوں نے اپنی چیخ کو روکا۔ بہت پیار سے اس کا ماتھا سہلایا جہاں خون بہہ، بہہ کر جم چکا تھا۔ آنکھوں سے ایک بوند نہ ٹپکی۔ وہ شاکڈ تھیں۔ اپنی آواز گھوٹ کر اس پر جھک کر ہولے سے بدبدائیں۔

''نریمان..... نریمان یہ تم ہو..... نریمان میری

جان ۔'' مگر وہ نیم مردہ وجود شاید سانسیں بھر رہا تھا۔

''ٹھہرو۔'' وہ جیسے ہوش وخرد کی دنیا میں لوٹ آئیں۔ ''تم یہیں ٹھہرو۔'' وہ ہذیانی انداز میں اس نیم مردہ وجود سے مخاطب تھیں.... اسے کہیں جانا ہی کب تھا؟ یہ بات انہیں اپنے کھوئے ہوئے ہوش وحواس میں یاد ہی نہ رہی تھی۔ وہ ہانپتی کانپتی دوڑتی ہوئی بختو کے گھر تک پہنچیں۔

''بختو..... بختو تمہارا بیٹا کہاں ہے؟'' وہ گرنے کو تھیں۔

''جی، جی باجی..... مگر اس وقت آپ یہاں؟''

''اسے بلاؤ۔'' وہ تقریباً چلائیں۔

☆☆☆

نہ جانے کہاں سے بختو کا بیٹا لیڈی ڈاکٹر کو لے آیا تھا۔

''ضرورت تو اسٹیچز کی ہے لیکن اس وقت انسٹرومنٹ موجود نہیں، کل دیکھتے ہیں۔'' ڈاکٹر نسرین نے سر اٹھایا۔ ''چوٹیں بہت شدید ہیں۔'' انہوں نے اپنی بات آگے بڑھائی۔ ''میں نے انجکشن تو لگا دیا ہے، یہ سوتی رہیں گی مگر جب جاگیں یہ ٹیبلٹس دے دیں۔'' ڈاکٹر نسرین نے پرچہ پکڑایا۔ وہ خالی، خالی آنکھوں سے بیٹی کو تکے جا رہی تھیں۔

''یہ ان کی حالت کیسے ہوئی؟'' ڈاکٹرنی کے کئی بار پوچھنے پر بختو آگے بڑھی۔

''ڈاکٹر صاحبہ ابھی باجی کو کیا پتا جب چھوٹی بی بی ہوش میں آئیں گی تب.....''

''اچھا اچھا..... ٹھیک ہے چلو میں چلتی ہوں۔'' ڈاکٹر نسرین نے قدم آگے کو بڑھائے، بختو کا بیٹا ان کے ساتھ ہولیا۔

☆☆☆

بختو زمین پر بیٹھی جبکہ وہ صوفے پر بیٹھی آنسو بہا رہی تھیں۔ وہ ممتا کی ماری جبکہ بختو انسانیت کے ناتے..... سامنے بیڈ پر نریمان لیٹی تھی پورا چہرہ نیل پڑنے کے سبب گہرا جامنی بلکہ کالا ہو رہا تھا۔ دائیں آنکھ تو لگتا تھا پھوٹ ہی گئی ہے۔ ہاتھ کی چھوٹی انگلی کی ہڈی اپنی پہلی پور سے ٹیڑھی نظر آ رہی تھی۔ چہرہ تو پورا نیلوں سے بھرا پڑا ہی تھا، جسم میں کتنے نیل تھے یا روح پر کتنے زخم آئے تھے اس کا کوئی شمار نہ تھا۔ وہ ہائی پاور کے انجکشن کے سبب ابھی تک غنودگی میں تھی اس کے باوجود وقفے، وقفے سے کراہ رہی تھی۔

گاڑی کے رکنے اور بیل بجنے کی آواز پر بختو نے گیٹ کھولا۔ رات والی ڈاکٹرنی انسانیت کے ناتے اسے دیکھنے آئی تھیں۔ وہ انہیں دیکھ کر پہلی بار پھوٹ، پھوٹ کر رو پڑیں۔ ڈاکٹر نسرین نے حوصلہ دیا۔

''کیسی طبیعت ہے؟''

''پوری رات کراہتے اور چیخیں مارتے گزر گئی، بہت شور کیا اس نے۔'' ڈاکٹر نسرین کے ساتھ وہ بھی بیٹھ گئیں۔

''ہوں۔'' انہوں نے تشویش سے سر ہلایا۔ ''ابھی تک پتا نہیں چلا کہ کیا ہوا تھا؟''

''نہیں۔'' امی نے ندامت سے یوں سر جھکایا جیسے ان سے یا نریمان سے دانستہ کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہو۔

''آپ انہیں اسپتال لے کر چلیں۔''

''نہیں۔'' امی کی ہچکی بندھ گئی۔

''میں ان کے کچھ ٹیسٹ بھی کروں گی۔'' انہوں نے سمجھانے کے انداز میں رسانیت سے کہا۔ امی نے بختو کو چائے کا اشارہ کیا جو ڈاکٹر نسرین نے دیکھ لیا۔

''نہیں، نہیں میرے لیے کوئی تکلف نہ کریں۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ''اسپتال جانے سے قبل میں نے سوچا میں نریمان کو دیکھ لوں۔''

''بہت شکریہ۔'' امی نے ممنونیت سے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر دبایا۔

''شکریہ کیسا؟'' ڈاکٹر نسرین نے نگہت کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ ''میں واپسی پر چکر لگاؤں گی اور ہاں.....'' وہ جاتے، جاتے رکیں۔ ''نریمان کی موبائل سم آپ نے بند کروا دی؟''

امی نے نفی میں گردن ہلائی۔

''اوہ، یہ بہت ضروری ہے ورنہ مس یوز (غلط استعمال) ہوسکتی ہے۔ حالات کیسے بھی ہوں حواس بحال ہی رکھنے چاہیے۔ یہی دانش مندی ہے۔'' وہ نرم ملیح مسکراہٹ بکھیرتی انہیں حوصلہ دے گئیں۔

☆☆☆

ڈاکٹر نسرین دوپہر ہی میں اپنے نرسنگ اسٹاف اور ایمبولینس کے ساتھ آگئیں۔

''ان کو اسپیشل کی اشد ضرورت ہے۔'' انہوں نے زور دے کر کہا۔ ''ورنہ یہ.....'' انہوں نے دکھ سے نریمان کو دیکھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔

''میں دنیا کو کیا منہ دکھاؤں گی۔'' شدتِ غم سے نگہت رو پڑیں۔

''ہمارے انگوٹھے اتنے قوی نہیں کہ بند شگاف پر رکھیں اور منہ زور دریا اپنا راستہ بدل لے۔ جو ہوگیا اسے مت سوچیں..... اب کیا کرنا ہے بس صرف یہ سوچیں۔'' ڈاکٹر نسرین تصویر کا روشن رخ دیکھنے والی خاتون تھیں۔

''آپ رپورٹ درج کروائیں گی؟''

''نن..... نہیں نہیں۔'' امی نے ہاتھ گردن اور زبان سب ایک ساتھ ہلائے۔

''اوکے..... اوکے..... پھر میں اپنی کلینک لے جاتی ہوں۔ آیئے میرے ساتھ۔''

☆☆☆

ٹریٹمنٹ کے بعد نریمان کو ایمبولینس سے اسٹریچر پر منتقل کرکے گھر کے کمرے میں لے جایا جارہا تھا۔

''میں نے آپ کی فیس تو.....'' نگہت نے پرس کھولا۔ ڈاکٹر نسرین نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''رب مجھے اولاد دیتا تو شاید اس عمر کی ہوتی۔ نریمان میری بھی بیٹی ہے۔'' نسرین نے نگہت کا کھلا پرس بند کردیا۔ نگہت نے ان کے چہرے پر پھوٹتا ممتا کا نور دیکھا۔ ہر لڑکی پیدائشی ماں ہوتی ہے۔ وہ ماں بنے یا نہ بنے رب اس میں کوٹ، کوٹ کر ممتا بھر دیتا ہے۔ ہر بہن کے دل میں بھائیوں کے لیے ممتا کا جذبہ ہوتا ہے، شادی کے بعد وہ شوہر کے لیے بیوی ہونے کے ساتھ ممتا کا جذبہ بھی رکھتی ہے اور ہر عورت اپنے بچوں کی تو خیر ہوتی ہی ماں ہے۔

☆☆☆

تقریباً دس دن بعد وہ بیڈ پر سہارے سے بیٹھنے کے قابل ہوئی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں یوں لگتا تھا جیسے وہ اپنے حواس کھو بیٹھی ہو۔

''نریمان۔'' نگہت نے بہت محبت سے پکار کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو جیسے اس کے ساتھ، ساتھ نگہت کو بھی کرنٹ لگا ہو۔

''سی۔'' کی آواز نریمان کے منہ سے نکلی اس کے سر پر جگہ، جگہ گومڑے تھے۔ نگہت کا ہاتھ لگا تو وہ بھی لرز گئیں۔

''میری بچی کچھ تو بول..... تیرے ساتھ کیا ہوا تھا؟'' انہوں نے فرطِ جذبات میں آکر اسے لپٹا لیا۔ وہ خلاؤں میں گھور رہی تھی، ان کے لپٹاتے ہی اس نے انہیں دھکا مار کر زوردار چیخ ماری۔

''نہیں..... مجھے چھوڑ دو..... مجھے چھوڑ دو۔''

اس نے سرعت سے بیڈ شیٹ بیڈ سے کھینچ کر اوڑھ لی اور خود کو اس میں چھپا کر چیخنے لگی۔

نگہت منہ کھولے اسے دیکھتی رہ گئیں۔ نریمان کا چہرہ تو چادر میں چھپا ہوا تھا مگر اس کی چیخیں آسمان سے باتیں کررہی تھیں۔ وہ اسے جتنا چپ کروانے کی کوشش کرتیں اس کی تیز چیخیں اتنی ہی اونچی ہوتی جاتیں وہ گھبرا کر کمرے سے نکل آئیں اور دروازے کو باہر سے بند کردیا۔ وہ جانتی تھیں اسے چپ کروانا ناممکنات میں سے ہے۔ کافی دیر بلند ہوتی چیخیں بالآخر دم توڑ گئیں۔

آخر کو انہوں نے طے کرلیا کہ اب وہ اس موضوع پر نریمان سے کبھی بات نہیں کریں گی۔

☆☆☆

''نریمان قدوائی نے ریزائن کردیا ہے، کل تک آپ کو اس کا استعفیٰ مل جائے گا۔'' نگہت، نریمان کے آفس فون کرکے بات کررہی تھیں۔

''جی..... وہ کچھ ناگزیر وجوہ کی بنا پر۔''
آنسوؤں کا پھندا ان کے حلق میں اٹکا۔ ''جی بہت ذاتی نوعیت کی بنا پر۔'' ان سے فون پر صحیح طریقے سے بات کی ہی نہیں جارہی تھیں۔

☆☆☆

ڈاکٹر نسرین شروع میں تو تقریباً روز ہی آجاتی تھیں پھر رفتہ، رفتہ یہ وقفہ طویل ہوتا گیا لیکن بذریعہ فون وہ مسلسل ان سے رابطے میں تھیں۔ اپنے بارے میں انہوں نے یہی بتایا تھا کہ ان کے دو بڑے بھائی باہر سیٹل ہیں جبکہ ایک چھوٹی بہن کی ڈیتھ ہوچکی ہے۔ وہ خود بیوہ ہیں اور ان کے نزدیک ہی ان کی رہائش ہے۔ بختو کا بیٹا ان کا ڈرائیور تھا جو حادثے والے دن انہیں لایا تھا۔

☆☆☆

سیل فون کی بیپ مسلسل بج رہی تھی، وہ کچن سے تیزی سے نکلیں۔ ان کی ایک عزیزہ کی کال تھی' وہ اب دانستہ کسی کا بھی فون نہیں اٹھاتی تھیں۔ وہ جب تک پہنچیں فون بج، بج کر بند ہوگیا۔ وہ واپس جانے کو مڑیں تو سیل فون پھر چیخنے لگا۔ موبائل اسکرین پر نام دیکھ کر وہ بڑبڑائیں۔

''لگتا ہے رشو آپا نے طے کرلیا ہے کہ جب تک میں کال پک نہ کرلوں وہ فون کرتی رہیں گی۔'' بڑبڑاتے ہوئے بالآخر انہوں نے فون پک کرلیا۔

''آداب رشو آپا..... کہیے کیسی ہیں؟''

''ارے بھئی میں کب سے تمہارے گیٹ کے باہر کھڑی ڈور بیل بجا رہی ہوں لگتا ہے لائٹ نہیں ہے۔''

''جی، جی لائٹ نہیں ہے۔'' کہنے کو تو ان کے منہ سے نکل گیا پھر وہ حواس باختہ ہوگئیں انہوں نے اس حادثے کے بعد سے سب سے ملنا چھوڑ ہی دیا تھا۔

''ارے تو ہم نے فون کرکے بتا تو دیا کہ ہم باہر کھڑے ہیں' دروازہ تو کھولو۔'' ان کی آواز میں کسی قدر جھنجلاہٹ نمایاں تھی۔ نگہت نے لمحہ بھر میں خود کو کمپوز کیا۔

''ارے رشو آپا ہم گھر میں نہیں ہیں..... دروازہ کیسے کھولوں؟''

''ہیں۔'' ان کی آواز میں غصہ نمایاں تھا۔ ''جب تم گھر پر نہیں ہو تو تمہیں کیا پتا کہ لائٹ نہیں ہے۔'' ان کی کڑک دار آواز پھر سنائی دی۔ وہ اس اثنا میں خود کو جواب دینے کے لیے تیار کرچکی تھیں تھوک نگل کر بولیں۔

''ارے رشو آپا..... یہ ٹائم لائٹ جانے کا ہے تو میں نے اس خیال سے بتایا۔''

''اوہو۔ فون بند کرو، اتنی دیر سے تم باتیں بنا رہی ہو یہاں تو میرا سارا بیلنس پھنک گیا۔'' انہوں نے بنا خدا حافظ کہے فون کاٹ دیا۔ وہ دیر تک سر پکڑے بیٹھی رہیں لیکن آئندہ کے لیے انہیں عمدہ بہانہ میسر آگیا تھا کہ وہ گھر میں نہیں ہیں۔

☆☆☆

ڈاکٹر نسرین کے علاج سے وہ زندگی کی طرف لوٹ تو رہی تھی مگر بہت دھیرے، دھیرے اب وہ کمرے سے باہر بھی آجاتی تھی جہاں کہیں کوئی گاڑی ہارن بجاتی گھر کے باہر سے گزرتی وہ ہذیانی انداز میں چیخیں مارنے لگتی پھر یہ کیفیت دنوں اس پر طاری رہتی۔

دن پر لگا کر اڑ رہے تھے وہ کسی حد تک نارمل تو ہو رہی تھی لیکن مکمل طور پر نہیں۔ وہ ڈاکٹر نسرین کے آنے پر بھی کمرے میں بھاگ جاتی اور بیڈ کی بڑی سی چادر اتار کر خود کو اس میں چھپا لیتی' ڈاکٹر نسرین بھی اپنے نام کی ایک ہی تھیں کمرے میں چلی آتیں۔ بہت محبت سے اس سے مخاطب رہتیں بے تکان بولے جاتیں۔ وہ کافی دیر انہیں سننے کے بعد حسبِ عادت منہ چادر میں چھپا لیتی۔

☆☆☆

ایک روز وہ بخار میں پھنک رہی تھی۔ اسے ڈاکٹر کے ہاں لے جانا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ بھلا ہو ڈاکٹر نسرین کا جو اسپتال سے واپسی پر ان کی طرف آگئیں اور جب اسے چیک کرنے اس کے

کمرے میں آئیں اس کی نبض دیکھتے ہوئے بری طرح چونکیں۔ اسٹیتھو اسکوپ لگایا دو بار، سہ بار پھر نبض دیکھی پھر نگہت کو دیکھا۔ نگہت ان کے اس عمل پر انہیں حیرت سے تک رہی تھیں مگر جوں ہی نسرین نے تشویش بھری نگاہ ان پر ڈالی وہ منٹ کے ہزارویں لمحے میں جیسے سب سمجھ گئیں۔ ان کی آنکھیں بھی پھٹ گئی تھیں۔

''ڈاکٹر نسرین کچھ ایسا ویسا مت کہہ دینا۔'' ان کی دھڑکنیں بہت زور شور سے ان کے دل پر خطرے کا بگل بجا رہی تھیں انہوں نے بہت بے چارگی سے کہا۔ ڈاکٹر نسرین نے سر جھکا لیا اور وہ بیٹھتی چلی گئیں۔

''ڈاکٹر نسرین ضائع کردیں..... پلیز خدا کے لیے میں ہاتھ جوڑتی ہوں۔'' وہ رو پڑیں۔ ''اب کچھ سہا نہیں جائے گا مجھ سے۔''

''اللہ بہتر کرے گا، کل دن میں کنفرم کرلوں۔'' ان کے چہرے پر بھی کافی ملال تھا۔ نگہت دوپٹے سے چہرہ ڈھانپ کر بری طرح سسک رہی تھیں۔

☆☆☆

پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ وہ تین ماہ سے کچھ اوپر پریگننٹ تھی۔ اِدھر نریمان بالکل گم صم تھی جبکہ نگہت کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ خود کو مار ڈالیں۔ انہوں نے آنے والے بچے سے جان چھڑانے کی تدبیر چاہی تو ڈاکٹر نسرین نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''اب نہیں..... اب بہت خطرہ ہوگا۔''

''تو..... تو کیا اس وجود کو مزید چھ ماہ پالنا ہوگا؟'' وہ تیز ہوا میں شاخ پر اٹکے کمزور پتے کی طرح لرز رہی تھیں۔ ڈاکٹر بھی سوچوں میں گم تھیں۔

''اب کیا ہوگا..... پورا خاندان ہے کس کو کیا منہ دکھاؤں گی؟'' وہ رونے لگیں۔ ''اب تک کس مشکل سے سب آنے جانے والوں کو روکا ہوا ہے..... خود کہیں نہیں نکلتی ضرورت کا سب سامان بختو اور اس کا بیٹا لاتے ہیں۔ اُف خدا بھلا یہ بات کیسے چھپے گی۔'' وہ روتے، روتے اٹھ کر بہت تیزی سے ڈاکٹر تک آئیں انہوں نے کندھوں سے پکڑ کر ہلا ڈالا۔

''ڈاکٹر نسرین خدارا آپ اسے لے جائیں، اپنے ملنے والوں سے بہانہ کردینا کہ یہ آپ کی دوست کی بیٹی ہے۔ آپ کی دوست مرگئی ہے میں..... میں واقعی زہر کھالیتی ہوں۔''

''ارے..... ارے .....'' ڈاکٹر نسرین نے انہیں سہارا دیا۔ ''حوصلہ۔''

''کاہے کا حوصلہ۔'' وہ زور، زور سے رونے لگیں۔

''جس مالک نے اب تک ستر پوشی کی ہے وہ اب کیسے آپ کو چھوڑ دے گا۔ یاد رکھیں جتنی آزمائشیں بندے پر آتی ہیں اتنا ہی اس کا درجہ بلند ہوجاتا ہے۔'' ڈاکٹر نسرین کی کوئی نصیحت ان پر اثر نہیں کررہی تھی۔

''ہاں، آپ کی ایک بات ضرور مان لیتی ہوں۔ ڈیلیوری کے قریب میں نریمان کو اپنے پاس رکھ لوں گی دوسری بات آپ نے میری ماننی ہے کہ آپ نے حوصلہ نہیں ہارنا۔''

☆☆☆

''وہ تین تھے کسی غلط فہمی کی بنا پر مجھے اٹھا لے گئے تھے۔ دو نے مجھے بری طرح ایذا پہنچائی جبکہ تیسرے نے میرے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی بلکہ اپنی غلطی کے ازالے کے لیے مجھے زندہ بھی رہنے دیا اور وہیں لا پھینکا جہاں سے اٹھایا تھا۔ پانچ منٹ میں سنا کر ختم ہوجانے والی کہانی جب اس جگہ اسٹیج ہوئی تھی تو اس کا دورانیہ بڑھتے، بڑھتے میری پوری زندگی پر محیط ہوگیا تھا۔ ان کی غلط فہمی نے میری پوری زندگی پر کالک مل دی تھی۔'' وہ خلاؤں میں بے معنی نگاہیں ڈالے دھیرے، دھیرے سب بتاتی جارہی تھی اور نگہت دم سادھے اسے سن رہی تھیں ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری تھی۔

اس کے چپ ہوتے ہی نگہت اس کے پاس آگئیں اسے چوما، لپٹایا پھر اس کے سر کو اپنے سینے سے لگا کر بولیں۔

''میری جان، میری شہزادی تم رولو۔ شاید دل کا بوجھ کچھ کم ہوجائے۔''

''نہیں امی ...... میں اپنی آنکھوں کے سارے آنسو اس رات بہا آئی، اب تو ان آنکھوں میں کچھ بچا ہی نہیں۔ نہیں آتا رونا مجھے...... نہیں رویا جاتا مجھ سے یا شاید...... یا شاید آگے زندگی میں مجھے بہت رونا پڑے تو آنسو بچا رکھے ہیں آنکھوں نے۔''

''نہیں، نہیں میری جان، اب تم کبھی نہیں روؤ گی۔ اب تم ساری زندگی صرف خوش رہو گی۔ مسکراتی رہو گی۔'' ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ بہہ کر اس کے بالوں میں جذب ہو رہے تھے۔ تریمان نے بری طرح چونک کر انہیں سر اٹھا کر دیکھا۔

''ساری زندگی ......خوش......؟'' ہذیانی انداز میں اس نے خود کو نگہت سے چھڑایا اور بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆☆☆

''ایک کے بعد ایک مسائل منہ کھولے کھڑے ہیں، رشتے داروں سے چھپنے کے لیے مین گیٹ کو باہر سے تالا لگا دیا ہے۔ باہر نکلنا چھوڑ دیا، بختو اور اس کے بیٹے کا احسان وہ ہر چھوٹی بڑی ضرورت کے لیے ہر دم حاضر ہو جاتے ہیں اگر دکانوں کا کرایہ نہ آتا ہوتا تو شاید ہم تو بھوکوں مر جاتے۔'' وہ بے تکان بول رہی تھیں اور ڈاکٹر نسرین انہیں خاموشی سے سن رہی تھیں۔

''اب نئی افتاد یہ بچہ......'' انہوں نے ماتھا پیٹا۔ ''اللہ کرے یہ مردہ پیدا ہو۔'' ان کے دل سے صدا نکلی۔

''کسی خوش فہمی کو جگہ نہ دیں ورنہ بعد میں اور رنجیدہ ہوں گی الٹرا ساؤنڈ رپورٹ بتاتی ہے کہ بچہ زندہ ہے۔'' ڈاکٹر نسرین نے گہری سانس بھری۔

''میں سوچ رہی ہوں کہ لوگ کس طرح سے ناجائز بچوں کو قتل کر کے چھٹکارا پا لیتے ہیں؟ کوڑے کے ڈھیر اپنے اندر کتنی ہی کہانیاں رکھتے ہیں۔'' نگہت کو جھرجھری آ گئی۔

''میں نے اس کا حل نکال لیا ہے۔'' ڈاکٹر نسرین کے کہنے پر انہوں نے سر اٹھایا۔ ''یہ بچہ کسی یتیم خانے کو دے دیں گے۔ وہاں جھولے رکھے ہوتے

ماہنامہ جاسوسی ڈائجسٹ

بدلتے ماہ و سال کی انمٹ یادیں
جنوری کے شمارے کی انمول یادگاریں

اولین سوغات ● سسپنس اور سنسنی سے بھرپور ایک انوکھا اور ناقابل فراموش ناول...... امجد رئیس کا زبردست انتخاب......

انگارے ● شریف آدمی کو بدمعاش بننے پر مجبور کر دینے والے قانون شکن عناصر کی یکجائی سے جنم لینے والا ہولناک سلسلہ طاہر جاوید مغل کے قلم سے

آوارہ گرد ● چلچلاتی دھوپ میں بے آسرا و تنہا مسافر کی آبلہ پائی... عبدالرب بھٹی کی طبع آزمائی

سرورق کی کہانیاں

پہلا رنگ ● دوستی و دشمنی کا شاخسانہ...... جذبات و تغیرات کا فسانہ

دوسرا رنگ ● ہر سو پھیلی نفرت و لالچ کی کہانی...... چونکا دینے والے مصنف کی کہی ان کہی

آپ کے تبصرے...
مشورے... محبتیں... شکایتیں...
اور نئی نئی دلچسپ باتیں ... کتھائیں

ہیں۔آپ فکر نہ کریں میں سنبھال لوں گی۔''

انہوں نے بہت ممنونیت سے ڈاکٹر نسرین کو دیکھا کتنی عظیم لگیں وہ انہیں جن سے خون کا کوئی رشتہ نہ تھا اور وہ قدم، قدم پر ان کے ساتھ تھیں۔

☆☆☆

نریمان کسی حد تک نارمل ہو رہی تھی لیکن اس نئی افتاد سے وہ بھی سوچوں میں گم رہنے لگی تھی۔ وہ اب ماں سے آنکھیں نہیں ملا پاتی تھی زیادہ تر ان کے سامنے سوتی بن جاتی تھی۔

☆☆☆

بے شک ایک وقت آتا ہے کہ زندگی اپنی پرانی ڈگر پر لوٹ آتی ہے لیکن یہاں پے در پے بدلتے حالات نت نیا رخ اختیار کر رہے تھے۔ لگتا تھا پرانا رستہ کہیں بھول بھلیوں کی نذر ہو گیا ہے۔ جس پر زندگی کو دوبارہ چلنا تھا۔ ڈاکٹر نسرین ایک خدا ترس عورت تھیں' وہ نریمان کے ساتھ نگہت کو بھی ساتھ لے آئی تھیں ہر گزرتا پل نگہت کے ساتھ، ساتھ نریمان کے لیے بھی قیامت ثابت ہو رہا تھا۔

☆☆☆

لیبر روم کے باہر کھڑی نگہت کے لب مسلسل ورد کر رہے تھے ہر آن ان کی دعا تھی کہ رب کوئی معجزہ کر دے اور جنم دیا جانے والا بچہ مردہ جنم لے۔ نسرین کو باہر نکلتا دیکھ کر وہ دوڑ کر ان کے پاس آئیں۔ ایک موہوم سی امید ان کی آنکھوں میں ٹمٹما رہی تھی۔

''بیٹا ہوا ہے لیکن بے حد کمزور انکیوبیٹر میں رکھ دیا ہے۔''

''نہیں پلیز مار دیں اسے..... مرنے دیں..... نہ بچائیں۔'' نگہت دھیرے سے بدبدائیں۔ لہجے میں بلا کی بے بسی تھی۔

''یہ آپ کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہوگا۔''

''نگہت میرا کام زندگیاں بچانا ہے..... ختم کرنا نہیں اور پھر یہ ایک قتل ہوگا کہ ہم جیتے جاگتے وجود کو سلا دیں۔ میں قیامت میں قاتل کی حیثیت سے اٹھنا نہیں چاہتی۔''

☆☆☆

وہ Orphan house ڈاکٹر نسرین کے جانے والوں کا تھا۔ نگہت اور نریمان نے اپنے چہرے اور وجود کو عبایا سے اچھی طرح ڈھانپا ہوا تھا۔ نریمان کے ہاتھ میں ننھا وجود تھا جب وہ رویا تو نریمان کو اپنے دل کی دھڑکن رکتی محسوس ہوئی اور ڈاکٹر نسرین کی آواز بہت دور سے آتی محسوس ہوئی وہ کہہ رہی تھیں۔

''یہ میری عزیزہ ہیں، داماد ایک کار ایکسیڈنٹ میں مر چکا ہے اب یہ اس بچی کی شادی کرنا چاہتی ہیں لہٰذا اس کا بچہ.....'' انہوں نے لمحہ بھر کو رک کر تھوک نگلا۔ ''یہ بچہ ہم آپ کے ادارے میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔''

''جی، جی بالکل۔'' کاظم فرید نے کچھ پیپرز ان کے آگے بڑھائے۔ ''اسے پڑھ لیں اور یہاں دستخط کر دیں۔''

دستخط کرتے سے اس کے ہاتھ لرز رہے تھے اور بچہ ان کے حوالے کرتے سے اسے لگا وہ گویا چکر کھا رہی ہے۔ واپسی پر تینوں بالکل خاموش تھیں۔ کار میں موت جیسا سناٹا تھا۔ کار ڈرائیو کرتے ہوئے البتہ نسرین بار، بار کھنکھار کر برابر میں بیٹھی نگہت پر ایک نگاہِ ترحم ڈال لیا کرتیں۔

☆☆☆

وہ گھر تو آ گئی تھی لیکن اسے کبھی، کبھی لگتا وہ اپنی کوئی چیز کہیں رکھ کر بھول آئی ہو بعض اوقات زندگی میں وہ لمحات بہت کٹھن گزرا کرتے ہیں جب ہم دل کا وہ بوجھ اتار نہ سکتے ہوں جو بوجھ ہمارے دل پر خزانے پر بیٹھے ناگ کا کردار ادا کر رہا ہو اور ہم اسے کسی طور اتار نہ پا رہے ہوں۔

☆☆☆

نگہت قدوائی نے یہ علاقہ چھوڑ کر دور دراز علاقے میں ایک فلیٹ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ان کے دور رہائش اختیار کرنے کے سبب ڈاکٹر نسرین کا آنا جانا بہت حد تک ختم ہو گیا تھا۔

☆☆☆

ان کے اپارٹمنٹ میں اوپر کی منزل پر رہنے

والے فرہاد ہاشمی کو اس لمحہ وہ بری طرح بھا گئی جب وہ دودھ والے سے دودھ لے کر بل ادا کر رہی تھی۔

اگلے چند دن بعد فرہاد ہاشمی ان کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے اسے پروپوز کر رہے تھے۔

''آنٹی میں اپنے بارے میں آپ کو بتاؤں۔'' وہ بہت مدھم لہجے میں بولے۔

''میری اپنی شریکِ حیات کے ساتھ نبھ نہ سکی، ایک بیٹی ہوئی جسے وہ اپنے ہمراہ لے کر میکے چلی گئی اور طلاق کا مطالبہ کر دیا۔'' وہ ذرا سا رکے۔ ''میں اپنی بچی کا خرچہ اس کی ماں کو بھجواتا ہوں، بچی چار سال کی ہوگئی ہے کبھی کبھار اس کی ماں مجھ سے ملنے اسے بھیج دیتی ہے لیکن بیٹی مجھ سے مانوس نہیں۔'' وہ اپنے میں بارے سب سچ بتا کر چپ ہو بیٹھے۔

جب نگہت کی باری آئی تو انہیں لگا ان کے حلق پر تالا لگا ہوا ہے۔ زبان تالو کے ساتھ گلو سے چپک گئی ہے۔ وہ خود میں اتنی اخلاقی جرأت نہ پاتی تھیں کہ انہیں سب کچھ سچ، سچ بتا دیں۔ انہوں نے ڈاکٹر نسرین کی گڑھی بھولی بسری کہانی کا اعادہ کیا۔

''میری بیٹی کی شادی ہو چکی ہے۔'' لمحہ بھر کو فرہاد ہاشمی چونکے اور پھر سنبھل گئے۔ نریمان انہیں کسی طور شادی شدہ نہیں دکھتی تھی۔ ''کار ایکسیڈنٹ میں میرا داماد اور نومولود نواسا دم توڑ گئے تھے۔'' ان کی آواز لڑکھڑا گئی۔ فرہاد ہاشمی کا منہ کھلا ہوا تھا۔ وہ ان کے لڑکھڑانے کو صدمہ اور رنج سمجھے۔

''بس، بس آنٹی..... آگے کچھ نہ بتائیں۔ میں سمجھ گیا مزید مجھے کسی تفصیل کی ضرورت نہیں۔''

''وہ غلطی جو ہم سے سرزد بھی نہیں ہوئی اس کو چھپاتے، چھپاتے ہماری زندگی کی پوری کتاب جھوٹ سے سیاہ ہوگئی ہے۔'' جھکے سر سے لمحہ بھر کو نگہت نے سوچا وہ سر اٹھا کر فرہاد ہاشمی سے آنکھیں چار کرنے کی پوزیشن میں نہ تھیں۔

☆☆☆

رشتے کے ذکر پر نریمان نے شور کر کر کے گھر سر پر

ہنر

کہاں سیکھا ہے تم نے دل کو لبھانے کا ہنر
ہمیں آتا ہی نہیں تم کو منانے کا ہنر
جسے آدابِ محبت کا زعم رہتا ہو
جانتا ہے وہی ہر اشک چھپانے کا ہنر
وفا نا آشنا دھندلا رہا ہے شوقِ جنوں
جان لے خاک نشیں، گرد اڑانے کا ہنر
کس کو آواز دوں کہ کرب کی فصیلوں میں
ہم نے پایا ہے وفاؤں کو نبھانے کا ہنر.....
شکست و ریخت نے بے کل سا کر دیا ہے نزی
نہیں آتا ہے مجھے درد بتانے کا ہنر

مرسلہ: نازیہ نزی، نوشہرہ کینٹ

اٹھا لیا۔ انہیں ایک بار پھر ڈاکٹر نسرین کا سہارا لینا پڑا۔

اس کی ایک ہی ضد تھی اسے شادی نہیں کرنی اور ایسی شادی تو کبھی نہیں جس کی بنیاد جھوٹ پر ہو۔

''نریمان تمہاری امی نے سوچا اگر وہ یہ جھوٹ نہ بولتیں تو شاید تمہاری شادی نہ ہوتی۔''

''اچھا تھا آنٹی۔'' نریمان تھوڑا لاؤڈ ہوگئی۔

''نریمان تم نے یہ بھی سوچا.....'' نگہت کو بالآخر بولنا پڑا۔ ''اگر میں سچ بتا دیتی ہوں تو تم اس کے ساتھ پوری زندگی شرمندہ رہ کر گزار دو گی۔''

''لیکن اب کچھ ہو نہیں سکتا نریمان۔'' ڈاکٹر نسرین نے پیار سے کہا۔

''ہو سکتا ہے آنٹی، آپ انہیں اب بھی سچ بتا سکتی ہیں۔''

''مجھ میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں۔'' وہ دلدوز لہجے میں بولیں۔ ''بیٹی تمہاری ماں نے بہت دکھ بہت درد سہہ لیے ایک خوشی انہیں دے دو۔'' ڈاکٹر نسرین کے کہنے پر اس نے ماں کو دیکھا جو اپنے آنسو پونچھ رہی تھیں وہ وہیں موم ہوگئی۔

☆☆☆

شادی ہوئی اور اوپر والے فلور میں شفٹ ہوگئی اس کی راہِ حیات کے کنکر کانٹے ایک دم سے کہیں غائب ہوگئے لیکن اس کی حیات پھر بھی پھولوں کی سیج نہ بن سکی۔ ایک بے نام کسک دل میں کانٹا بنی چبھتی ہی رہی کہ وہ ایک بہت معصوم اور سادہ انسان کو دھوکا دے رہی ہے۔ گو فرہاد ہاشمی تعلیم یافتہ اور سلجھے ہوئے انسان تھے اسے ہر ممکن خوش رکھنا چاہتے تھے مگر وہ بھی کیا کرے جو زندگی کے کسی بھی لمحے سے خوشی کشید کرنے کو از خود تیار نہ تھی۔

جب پورا سال گزر گیا فرہاد ہاشمی نے اس میں کوئی تبدیلی نہ دیکھی، وہ کچھ اور ہی سوچنے لگے۔ دھیرے، دھیرے انہوں نے سگریٹ سے دوستی پکی کرلی اور وہ چین اسموکر بن گئے۔ وہ اس شادی کو دو رخ سے دیکھ رہے تھے ایک تو یہ کہ شاید ان کے نصیب میں خوشگوار ازدواجی سکھ نہیں یا پھر نریمان اب تک اپنے پہلے شوہر کو بھول نہیں پائی ہے۔

☆☆☆

ایک روز کھانے کی ٹیبل پر سب کچھ رکھنے کے باوجود وہ روٹی کا ہاٹ پاٹ رکھنا بھول گئی اور کھانا کھانے بیٹھ گئی۔

''یہ سارے کھانے روٹی سے کھائے جاتے ہیں۔'' انہوں نے دھیمے لہجے میں سخت بات کی تب وہ سمجھی کہ اب تک انہوں نے کھانا کیوں شروع نہیں کیا۔ معذرت کرتے ہوئے وہ روٹی لے آئی۔ یہ کوئی پہلی بار نہ تھا وہ اکثر ہی اپنی سوچوں میں گم غیر حاضر دماغی کا ثبوت دیتی رہتی تھی۔

''نریمان۔'' انہوں نے کھانے کے بجائے اپنے ہاتھ سمیٹے، سمیٹے اسے پکارا۔

''جج..... جی۔'' وہ گڑبڑائی۔

''تم میرے ساتھ خوش نہیں ہو؟'' بہت دیر وہ سر جھکائے گود میں رکھے اپنے ہاتھوں کو تکتی رہی۔

''میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔'' وہ اب بھی چپ رہی وہ بہت کچھ سمجھ گئے۔

''اگر ایسا ہے تو تم کو اپنی والدہ کو سب سچ، سچ بتا دینا چاہیے تھا۔ شادی سے پہلے انکار کردینا تمہارا حق تھا، آج کل تو کنواری لڑکیاں نہیں شرماتیں تم تو پھر شادی شدہ تھیں۔''

اسے جیسے ننگے تار کا جھٹکا لگا۔

''تم چاہو تو اب بھی اپنی ماں کے جاسکتی ہو میں زبردستی کا قائل نہیں۔ میں جانتا ہوں زبردستی کے رشتے بہت ناپائدار ہوتے ہیں۔ میں سمجھوں گا میرے نصیب میں ازدواجی سکھ ہے ہی نہیں۔''

''نن..... نہیں نہیں..... یہ..... یہ بات نہیں۔'' اس کی چپ ٹوٹی۔

''رئیلی؟'' اس معصوم انسان کے چہرے پر لمحہ بھر میں زندگی دوڑ گئی۔

نریمان نے اثبات میں سر ہلا کر جبراً جبڑوں کو پھیلا کر مسکرانا چاہا۔

''پھر کیا بات ہے؟'' انہوں نے محبت سے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

''مم..... میں بعد میں آپ کو بتادوں گی۔''

''نہیں ابھی۔''

''نہیں، ضد مت کیجیے۔'' اس نے دھیرے سے اپنے ہاتھ چھڑا لیے۔

''اوہ مائی گاڈ..... میں کتنا احمق اور نالائق انسان ہوں اپنی شریکِ حیات کی الجھن ہی نہ سمجھ سکا۔ اوہ خدا..... تم مجھے معاف کردو نریمان۔'' انہوں نے انتہائی محبت سے اس کے شانے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کیا لمحہ بھر کو گھڑوں پانی اس پر آرہا۔

''ٹھیک ہے، میں تم سے ضد نہیں کروں گا مگر تم جلد وجہ بتادینا تاکہ میں اس کا ازالہ کرسکوں۔'' وہ مسکرادیے۔

☆☆☆

وہ دونوں شاپنگ کرکے لوٹے تھے۔ نریمان کو تو خیر کچھ یاد نہ تھا لیکن فرہاد ہاشمی جانتے تھے کہ ان کی

شادی کی سالگرہ انتہائی قریب آرہی ہے اور انہوں نے اسے بہت اچھے سے سیلی بریٹ کرنا ہے کیونکہ پہلی سالگرہ تو وہ نریمان کے عجیب وغریب موڈ کی وجہ سے منا نہ سکے تھے۔

''اب جلدی سے اپنا وعدہ پورا کردو۔'' وہ اس سے انتہائی محبت کرتے تھے، وہ شاپنگ کیے سامان کو ترتیب سے رکھ رہی تھی اتنی دیر میں وہ اس کے لیے چائے بنالائے۔

''کون سا وعدہ؟'' وہ چونکی۔

''یا خدا..... ایک تو تم کو کچھ یاد نہیں رہتا۔'' انہوں نے اپنا ماتھا پیٹ ڈالا۔

''یاد کرو تم نے کیا بتانے کا وعدہ کیا تھا؟''

اسے جیسے یاد آگیا وہ چائے لے کر خود کو کمپوز کرنے لگی۔

''بولو۔'' وہ بہت پیار سے اس کی لٹ سنوارنے لگے۔ اس نے بہ مشکل تھوک نگلا، اسے لگا اس کی زبان ہزاروں کوس کا سفر طے کر کے تھک گئی ہو اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

''آ.....پ.....'' اس نے لڑکھڑا کر کہا۔ ''آپ سچ سننے کا کتنا حوصلہ رکھتے ہیں؟''

''سچ؟'' انہوں نے سوالیہ انداز میں دُہرایا اور وہ کانپ سی گئی اس کی متغیر رنگت انہوں نے بھانپ لی تو موڈ کو خوشگوار کرتے ہوئے بولے۔

''ام.....م اگر یہ سچ وہ بولے جو مجھے اپنی جان برابر عزیز ہے تو بہت حوصلہ ہے۔'' وہ اسے شوخ نظروں سے تک رہے تھے اور وہ عالمِ بیزاری سے چائے سے اٹھتی سنہری بھاپ کو۔

''اگر آپ سچ ہضم نہ کر سکے تو؟''

''تو پھر جو ہوا اسے تقدیر کا لکھا سمجھ لینا چاہیے۔'' وہ بہت پریکٹیکل آدمی تھے نہایت سنجیدگی سے اسے تکتے ہوئے بولے اور وہ پھر ادھیڑ بن میں پڑ کر ڈھیر ہونے لگی۔

''م.....میں نہیں چاہتی کہ آپ سے جدا ہو جاؤں۔'' اس کی آنکھ نم ہوگئی۔

''کیا.....؟'' وہ خوشی سے بری طرح چونکے۔

''اس کا مطلب ہے کہ اس بات کے دو پہلو ہیں، ایک یہ کہ وہ سچ بہت کڑوا ہے۔''

نریمان نے اثبات میں سر ہلا کر جھکا لیا۔

''اور دوسرا پہلو یہ کہ تم مجھ سے بہت محبت کرتی ہو۔''

''بے شک۔'' اس نے لمحہ بھر کو سر اٹھایا تھا۔

''اوہ۔'' وہ جھوم اٹھے۔ ''تم نے میرے سر سے ایک بوجھ اتار دیا۔''

''کیسا بوجھ؟''

''میں سمجھتا تھا تمہاری خاموشی کا سبب تمہاری پہلے شوہر کے ساتھ محبت بھری وابستگی ہے۔'' وہ کچھ نہ بول سکی۔

''کون سا شوہر؟'' وہ دل کی دھڑکنوں کا بے ترتیب ردھم سن رہی تھی۔ چائے اس نے بنا پیے رکھ دی۔ وہ پوری طرح ان کی طرف گھوم گئی اور پھر اس کی زندگی پر چھائے وہ تین سیاہ سائے اس کی آنکھوں کے سامنے بے ہنگم رقص پیش کرنے لگے اور وہ بہتی آنکھوں کے ساتھ سب کچھ سچ، سچ بتاتی چلی گئی۔

''جو جرم میں نے کیا ہی نہیں، انتقام کی آگ نے اس کی کالک سے میرا منہ سیاہ کر دیا۔'' ہچکیوں سے روتے ہوئے اس نے فرہاد ہاشمی کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا چہرہ اٹھا کر انہیں دیکھا، وہ لٹھے کی طرح سفید اور ششدر بیٹھے تھے۔ وہ جو سب کچھ کہہ کر خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی ان کے چہرے کو دیکھ ٹھٹک گئی۔

غیر محسوس طریقے سے فرہاد ہاشمی نے اس کے ہاتھ کے نیچے رکھے اپنے ہاتھ کو کھینچ لیا اور اٹھے اور اٹھ کر گھر سے نکلتے چلے گئے۔

اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ سچ بول کر وہ تو ہلکی پھلکی ہوگئی تھی مگر اب کیا اس کی زندگی میں کوئی نیا موڑ آنے والا تھا۔ اسے ڈاکٹر نسرین اور اپنی امی کی گفتگو یاد آرہی تھی۔ چائے پڑے، پڑے ٹھنڈی ہوگئی تھی اس کا سر اور آنکھیں انتہائی بھاری ہو گئے تھے۔ لگتا تھا شانے جھک گئے ہیں۔ دل نے بوجھ شانوں پر

جوڈال دیا تھا شانوں کو تو جھکنا ہی تھا۔

''زندگی گزارنے والے ان گنت لوگوں میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جنہیں عمر بھر زندگی کچھ بھی نہیں دیتی، وہ خالی ہاتھ لے کر آتے ہیں اور اسی طرح تہی دست واپس دنیا سے لوٹ جاتے ہیں۔ اسے لگا وہ بھی ان میں سے ایک ہے۔''

شام سے کب رات ہوئی اسے پتا ہی نہ چلا اور رات بھی اب گہری ہو چلی تھی۔ بیٹھے، بیٹھے پیٹھ بھی شل ہوگئی تھی وہ کب تک آنکھوں میں انتظار کی جوت جگائے وہ جان گئی تھی اس کا سچ اتنا کڑوا تھا کہ جسے وہ ہضم نہ کر سکے تھے۔ فرہاد ہاشمی کو پلٹنا تھا نہ وہ پلٹے۔ بالآخر وہ نڈھال ہوگئی۔ پیروں کو گھسیٹتی بیڈروم تک آگئی۔ ازدواجی زندگی میں پہلی بار اسے بیڈروم سائیں، سائیں کرتا محسوس ہوا، وہ بیڈ کراؤن سے ٹک گئی۔ مین گیٹ کھلنے کی آواز نے اس کے دل کی دھڑکنوں کو اور تیز کر دیا۔ مین گیٹ کی چابی ہمیشہ فرہاد ہاشمی ہی کے پاس ہوتی تھی۔ وہ انتظار کی بے رحم سولی پر لٹکی ہوئی تھی۔ رات کی گہری تاریکی میں فرہاد ہاشمی کے قدموں کی شناسا سی چاپ لاؤنج تک آکر رک گئی اس کی نگاہیں انتظار بن کر بیڈروم کے دروازے پر ٹک گئیں۔ اسے بیڈروم میں آنا تھا نہ وہ آیا۔ بہت ساری سوچوں نے گڈمڈ ہو کر اس کے دماغ کا ملغوبہ بنا دیا تھا..... اب کیا ہوگا؟ اسے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ بیٹھے، بیٹھے جب کمر شل ہوگئی تو وہ تکیے پر سر ٹیک کر لیٹ گئی چھت کو گھورتے، گھورتے کب اس کی آنکھ لگی اسے پتا ہی نہ چلا۔

☆☆☆

صبح کسی کی گرم، گرم سانسوں نے اس کے چہرے کو دہکایا تو اس کی آنکھ کھل گئی وہ سہم گئی، فرہاد ہاشمی اس پر جھکے ہوئے تھے۔

اس نے بیڈ کراؤن تک اٹھتے ہوئے انہیں بغور دیکھا، وہ ان کے چہرے کو پڑھنا چاہ رہی تھی۔ رات والی سختی نہ جانے کہاں اڑن چھو ہوگئی تھی۔ چہرے پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ جب مرد مسکرا رہا ہو تو عورت اس سے ناز اٹھوا لیتی ہے۔

''جلدی سے اٹھ جاؤ..... تمہارے لیے حلوا پوری لایا ہوں۔''

''مجھے نہیں کھانا۔'' دل سے منوں بوجھ تو اتر ہی گیا۔ اس نے نخرہ دکھایا۔

''کیوں نہیں کھانا۔'' فرہاد ہاشمی نے زبردستی اسے اٹھایا۔

''میں نے کہا تھا ناں آپ سچ نہیں ہضم کر سکیں گے۔'' وہ آبدیدہ ہوگئی۔

''سچ کڑوا ضرور ہوتا ہے لیکن بالآخر حلق سے اتر ہی جاتا ہے۔ نقصان تو جھوٹ پہنچاتا ہے جو زندگی میں نہ ختم ہونے والی دراڑ ڈال دیتا ہے۔''

''جھ..... جھوٹ..... وہ کیا؟'' وہ ہکلائی۔

''کم از کم تمہاری ماں شادی اور بچے کے مرنے کا ڈھونگ نہ رچاتیں۔''

''یہ..... یہ سب انہوں نے میری خاطر کیا۔ مجھے شرمندگی سے بچانے کی خاطر..... وہ سمجھتی تھیں کہ حقیقت جاننے کے بعد آپ مجھ سے شادی نہیں کریں گے اور اگر آپ نے شادی کر لی تو میں..... میں ساری زندگی شرمندگی کا احساس لیے گزار دوں گی مگر جب میں نے احتجاج کیا تب وہ خود میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں پاتی تھیں کہ آپ کے سامنے آکر کہتیں کہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ جھوٹ ہے۔''

''جبکہ میں سچ سن کر بھی تمہیں قبول کر لیتا۔'' انہوں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو آپس میں ملا کر چوم لیا۔ دودھ والے کا بل ادا کرتی لڑکی میرے دل و دماغ پر قبضہ جما چکی تھی اور جو دل و دماغ پر چھا جائے مرد اسے ہر حال میں حاصل کر لیتا ہے۔ اس کی ہر خطا، ہر قصور نظر انداز کر دیتا ہے۔''

وہ ڈری سہمی انہیں اس قدر بھائی کہ ان کا دل چاہا اسے دل میں سمالیں وہ بہت محبت سے اسے دیکھ رہے تھے اس نے شرما کر نظریں جھکا لیں۔